جانِ اُردو

ہم معنی الفاظ کا محل استعمال

محاورات کی تحقیق کنایہ اور محاورے کا فرق

مؤلفہ

مولانا خواجہ محمد عبد الرؤف عشرت لکھنوی

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

نولکشور پریس لکھنؤ میں چھپا

بار اول ۱۰۰۰ سنہ ۱۹۲۰ء قیمت ٦ر

جملہ حقوق محفوظ ہیں

اُردو زبان کی مستند کتابیں

قرار اللغات - محاورات کا اردو لغت مع امثال نظم	سے/
مشاطۂ سخن - اساتذہ کی اصلاحون کا مجموعہ مصنفہ صفدر مرزا پوری	عہ/
بزم خیال - شعراء ہند و عجم کے قصہ طلب اشعار " "	عہ/
لغات کشوری - فارسی اور عربی الفاظ کا لغت اردو زبان مین	صہ/
بہار ہند - اردو زبان کی اصطلاحات کا لغت -	عہ/
زر کامل العیار (اردو ترجمہ) فن عروض کی بہترین کتاب مترجمہ منشی ظفر علی اسیر	۱۲/
قواعد حامدیہ - مرزا اوج مرحوم خلف مرزا دبیر مرحوم کے صرفی قاعدے	۱۴/
رد واقعات انیس - شاعرانہ اعتراض کی تحقیق معنوی	۲/
تذکرہ میر انیس - مصنفہ مزاج دہلوی	۱۴/
خلاصہ تاریخ اودھ - شاہان اودھ کے معتبر حالات	[illegible]/
چراغ حکمت - اقوال حکماے سلف -	۳/
انجنیرینگ بک - ٹھیکہ داران مستری اور تعمیر عمارت شوقینون کے قابل	۸/
گلزار داغ - دیوان فصیح الملک نواب مرزا خانصاحب داغ دہلوی	صہ/
نظم نگارین - حکیم سید ضامن علی جلال کا دیوان	عہ/
مضمونہاے دلکش - جلال لکھنوی کا تیسرا دیوان	عہ/
بدر کمال - حکیم سید محمد مہدی کمال کا دیوان	۱۲/
ذوق کمال - جناب کمال کا دوسرا دیوان -	۱۴/
نظم ارجمند - منشی امیر اللہ تسلیم کا پہلا دیوان	۱۴/
نظم دل افروز منشی امیر اللہ تسلیم کا دوسرا دیوان	۱۲/
گلزار خلیل - میر دوست علی خلیل کا دیوان -	۱۲/
نقشہ ضروریات شاعری - عروض کی بحرون کا بیان	۲/

دہلی والے کہتے ہیں میرا دامن چل گیا۔ لکھنؤ والے بولتے ہیں میرا دامن نکل گیا۔ دہلی والے کہتے ہیں بوچھاڑ۔ لکھنؤ والے بولتے ہیں بوچھار دہلی والے بولتے ہیں گھڑنا۔ لکھنؤ والے کہتے ہیں گڑھنا۔ دہلی والے کہتے ہیں گلتھی لکھنؤ والے کہتے ہیں گُتھی۔ اِسی طرح اور بیشمار جھگڑے ہیں جنھوں نے بہت طول پکڑا۔ دہلی والوں کا خیال تھا کہ اِس جنگ میں ہمارا پلہ بھاری رہے گا اور لکھنؤ کو نیچا دیکھنا نصیب ہوگا مگر اب لکھنؤ وہ لکھنؤ نہیں رہا تھا جو اپنی مادری زبان میں کسی دوسرے کا محتاج رہتا۔ اس نے بھی خم ٹھونک کر مقابلہ کیا بالآخر پالا اسی کے ہاتھ رہا۔ یہ جنگ نہ تھی اختلاف علما تھا جو امت کے لیئے رحمت بن گیا۔ اور مقلدین اُردو کے دو فرقے ہو گئے۔ پنجاب والوں نے دہلی کے محاورات اصطلاحات تذکیر و تانیث کی اختلاف کی حالت میں پیروی کی۔ اور پورب دکھن اتر والوں نے درصورت اختلاف لکھنؤ کی پیروی قبول کی۔ لکھنؤ کا دار السلطنت بہت وسیع تھا۔ اس لیئے ضرورت تھی کہ یہاں عملہ بھی زیادہ ہوا اور کام کرنے والے لوگ مستند ہوں۔ شاہانِ لکھنؤ نے اِس خدمت میں لاکھوں روپیہ صرف کیا اور دربار میں ثقات سخنداں ملازم ہوئے۔ ہر ایک رئیس کے پہلو میں ایک فصیح شاعر یا شاعر ضرور بیٹھتا تھا۔ ریاستوں میں اچھی زبان کے سیکھنے کے لیئے ادیب کی ضرورت ہوئی۔ بیاہ شادی میں شعرا کو قصیدہ خوانی پر انعام اکرام ملنے لگا۔ شاعروں نے اور شاعروں نے زبان کو خوب دل کھول کر مانجا اور اُس میں نئے الفاظ بھرتی کیئے

چنانچہ نمبر رفل وغیرہ انگریزی الفاظ شاہی میں شعرا اپنے کلام میں نظم کرتے تھے۔ نواب کلب علی خان والی رامپور جو غدر کے بعد ریاست رامپور پر تخت نشین ہوے۔ اسوقت دہلی اور لکھنؤ کے شعرا مٹ چکے تھے اُن کو علم ادب کی حفاظت کا خیال ہوا تو لکھنؤ اور دہلی کے ثقات شعرا کی تلاش ہوئی۔ دہلی سے فصیح الملک مرزا داغ دہلوی اور لکھنؤ سے بحر۔ امیر۔ قلق۔ منیر۔ تسلیم۔ جلال وغیرہ مقرر ہوے۔ اب بھی دہلی اور لکھنؤ کا فیض جاری ہے۔ اب یہ بھی بتا دینا چاہیئے کہ اِن مستند شہروں میں زبان کی حفاظت کا کیا انتظام ہے اور نظام سلطنت کیونکر ہے۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ ہر شہر میں تین طبقے کے لوگ ہوتے ہیں ادنیٰ اوسط۔ اعلیٰ۔ یہ مرتبہ بہ لحاظ دولت نہ سمجھنا چاہیئے۔ بلکہ بہ اعتبار زبان ادنیٰ وہ لوگ ہیں جو جاہل ہیں اور پڑھے لکھے نہیں ہیں اور گفتگو میں ان کا تلفظ بھی صحیح نہیں یعنی شین قاف درست نہیں انھیں عوام کہتے ہیں اور ان کی زبان کی پابندی لازم نہیں۔

دوسرے اوسط وہ لوگ جو جوہر علم رکھتے ہیں اور ان کا تلفظ صحیح ہے اردو بولتے ہیں اور سمجھتے ہیں انھیں اصطلاح زبان میں عام کہتے ہیں۔

تیسرے اعلیٰ وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ زبان کی خدمت میں اپنے اوقات صرف کرتے ہیں اور اسکے اصطلاحات اور محاورات کا تحفظ کرتے ہیں اور عام زبان سے قاعدے اور قانون اخذ کرتے ہیں اور علام زبان کی عزت کرتے ہیں اور اُن کی زبان سب سے زیادہ مستند اور معتبر جانتے ہیں

انھیں خاص کہتے ہیں۔

تمام ہندوستان کے لوگ جو اردو بولتے ہیں اہل زبان اور تمام ہندوستان کے وہ لوگ جو اردو کی خدمت کرتے ہیں زباں داں ہیں لیکن ان سب کی زبان کا سرچشمہ دہلی اور لکھنؤ ہے۔ گویا دہلی اور لکھنؤ ایک ایسا کالج ہے جہاں سے زبان کی سند ملتی ہے۔ مگر اس کالج کی عزت اِس سبب سے نہیں ہے کہ اسکے پرنسپل اور پروفیسر کے ہاتھ میں قانون ہے ایک اسکول میں اگر کوئی لڑکا پروفیسر سے گستاخی کرتا ہے تو اس کا نام کاٹ دیا جاتا ہے۔ پھر ہندوستان بھر میں کہیں اس کو تعلیم نہیں ملتی لیکن اردو کے پروفیسروں کی توہین کی جائے' دہلی اور لکھنؤ سے بائیکاٹ کیا جائے'۔ پھر بھی جب کسی سے کوئی مسئلہ زبان دریافت کرنا چاہے تو وہ خندہ پیشانی سے بتانے کو مستعد ہو جاتا ہے۔ چو باز آمدی ماجرا در نوشت

جو لفظ یا جو اصطلاح یا جو محاورہ ہندوستان کے کسی شہر میں یا کسی صوبے میں بولا جاتا ہے اور دہلی اور لکھنؤ میں وہ مستعمل نہیں ہے اور زباں دانان دہلی اور لکھنؤ نے اُسے قبول نہیں کیا تو وہ ٹکسال باہر اور غلط ہے۔ یہی سبب ہے کہ بعض اجنبی الفاظ اخبارات میں مستعمل ہو رہے ہیں یا دوسرے شہروں میں بکثرت بولے جاتے ہیں مگر عام ہندوستان کے لوگ اُسے غلط مانتے ہیں اور اس سے احتراز کرتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اسکی صحت کا سارٹیفکٹ زبان کے کالج سے حاصل نہیں ہوا یعنی دہلی اور لکھنؤ کے فصحا کے نظم و نثر کلام میں دیکھنے میں

نہیں آیا اور اُن کی زبانوں پر اس کا استعمال نہیں ملتا۔

مثال کے طور پر لکھا جاتا ہے۔ ایک لفظ ہے ٹھہرنا بفتح ہائے ہوز دہلی اور لکھنؤ میں بولا جاتا ہے اور دونوں جگہ کے مستند شعرا نے اسی طرح نظم کیا ہے۔ فصیح الملک مرزا داغ دہلوی مرحوم نے بھی اس کو ثمر سفر سحر کے قافیے میں لکھا ہے ؎

کیونکر پڑے گا صبر الٰہی رقیب کو ۔۔۔ گر بعد مرگ میری طبیعت ٹھہر گئی

راہ دیکھیں گے نہ دنیا سے گزرنے والے ۔۔۔ ہم تو جاتے ہیں ٹھہر جائیں ٹھہرنے والے

غم کھاتے کھاتے ہجر میں تو روح بھر گئی
اب زہر کھائیں گے یہی دل میں ٹھہر گئی

لیکن اس کو لاہور کے تمام لوگ ٹھہرنا بولتے ہیں اور پنجاب کی تمام کتابوں میں یہ لفظ اسی طرح لکھا جاتا ہے لیکن پنجاب کے سوا ہندوستان میں کوئی شہر اسکی تقلید نہیں کرتا اِس لیئے یہ لفظ ٹکسال باہر ہے۔

اسی طرح حیدرآباد میں تقصیر کا لفظ صرف حضور کے معنی پر بولا جاتا ہے مگر لکھنؤ کے عوام عام خاص اس جدت کو غلط جانتے ہیں اس لیئے حیدرآباد کے سوا تمام ہندوستان کے لوگ اسے غلط جانتے ہیں اور اِس معنی پر اسکا استعمال نہیں کرتے۔ افسوس ہے کہ اس زمانے میں بعض ناآشنا نے خودروی اختیار کی ہے اور دہلی اور لکھنؤ کے اس اقتدار کو مٹانے کی

کوشش کرنا چاہتے ہیں اور اُسکی لطافت زبان اور فصاحت کلام سے
خار کھاتے ہیں۔ اردو اب ایسی سہل نہیں کہ بغیر تحصیل کے کوئی اُس کی
معنوی خوبیوں سے آگاہ ہو سکے لوگوں نے معیار ہمہ دانی انگریزی زبان
کو بنا لیا ہے۔ ایک ہندوستانی ایم۔ اے سمجھتا ہے کہ میں اردو کا بھی مالک
ہوں۔ حالانکہ دو سطریں صحیح اُردو کی نہیں لکھ سکتا۔ اس ضد میں زبان
خراب ہو رہی ہے اور ہندوستان کے لوگ جس درخت پر بیٹھے ہیں اُسکی
جڑ کاٹ رہے ہیں۔ اگر تمام ہندوستان جہالت کے دریا میں غرق
ہو جائے تب بھی وہ عظمت اور وہ عزت جو خدا نے زبان کے بارے
میں دہلی اور لکھنؤ کو دی ہے کسی طرح کم نہیں ہو سکتی۔ فرض کیجئے آج تمام
ہندوستان کے لوگ اتفاق کر لیں کہ ہم دہلی اور لکھنؤ کی پیروی نہیں کرینگے
اور اپنی اپنی زبان بولیں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر شہر کی بولی الگ الگ
ہو گی۔ ایک شہر کا اخبار دوسرے شہر کے لوگوں کی سمجھ میں نہ آئے گا
کوئی کہے گا ٹوپی پہنی۔ کوئی کہے گا ٹوپی اوڑھی۔ کوئی کہے گا ٹوپی
ٹکائی۔ کوئی کہے گا ٹوپی باندھی۔ کوئی کہے گا ٹوپی چپکائی کوئی
کہے گا ٹوپی ٹکائی۔ کوئی کہے گا ٹوپی دھری۔ کوئی کہے گا ٹوپی
لگائی۔ کوئی کہے گا ٹوپی سجی۔ کوئی کہے گا ٹوپی چڑھائی۔ اتنا بڑا
فرق صرف ایک لفظ ایک معنی میں ہوگا۔ تو پوری زبان کا کیا ذکر ہے
یہ ایک موٹی بات تھی جو ہم نے بیان کی۔ ورنہ زبان میں باریک
پیچیدگیاں بہت ہیں۔ سب کے سب ایک تہار سمندر میں غوطہ کھا کر

مرجائیں گے اور جو زندہ رہیں گے جہالت اور مزدوروں کی
زندگی بسر کریں گے۔ اور اردو زبان کا جنازہ نکل جائے گا۔ لیکن
دہلی اور لکھنؤ کی عظمت و فصاحت و بلاغت بیان و زبان کا نام ہمیشہ
قائم رہے گا۔ اِس خیال سے میں نے چاہا کہ لکھنؤ کے محاورات کی
خصوصیت کا کچھ بیان کروں۔ اور بعض لوگ جو محاورے کا غلط
استعمال دوسرے ملکوں میں کر جاتے ہیں اُن کو بھی دکھا دوں تاکہ
دیکھنے والوں کو احتیاط کا موقع ملے۔ اور سب لکھنؤ کی زبان کے
موافق اپنی زبان بھی درست کرلیں۔

ایک بات اور کہنے کی ہے وہ یہ ہے کہ میں نے اوپر لکھا ہے کہ میں
لکھنؤ کے محاورے کی خصوصیت کا بیان کروں گا اس سے یہ نہ سمجھنا
چاہیئے کہ لکھنؤ اور دہلی کے محاورات میں فرق ہے۔ بات یہ ہے کہ لکھنؤ اور
دہلی کے محاورات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ صرف بعض بعض الفاظ کی
تذکیر و تانیث میں اختلاف ہے جن کا مجمل ذکر میں اوپر کر چکا ہوں اور
ایسا اختلاف خود اساتذہ لکھنؤ کی تحقیق میں واقع ہو جاتا ہے۔ لکھنؤ میں
ایک گروہ کہتا ہے اپیل مذکر ہے دوسرا کہتا ہے اپیل مونث ہے۔ ایک کہتا ہے
آبدست مذکر ہے دوسرا کہتا ہے مونث ہے۔ ایک کہتا ہے آغوش مذکر ہے دوسرا
کہتا ہے مونث ہے۔

اِسی طرح محاورات میں بھی جزئی اختلاف ہے اور یہ اختلاف حدِ تحقیق کی
علامت ہے کہ اساتذہ سخن زبان کی خدمت میں کسی کی پروا نہیں کرتے

اور آپسمیں بھی اختلاف کر جاتے ہیں۔ اِسی طرح دہلی کے اختلاف کو بھی سمجھنا چاہیئے۔ کہ جسطرح لکھنؤ آپسمیں اختلاف جزئی رکھتا ہے اسی طرح دہلی بھی اختلاف جزئی رکھتی ہے۔ اِسی طرح دہلی اور لکھنؤ میں اختلاف جزئی ہے جو طالبان زبان کے حق میں مفید ہے۔ مگر میں نے اگرچہ زبان اُردو کے قانون ملک الشعرا میر تقی میر کے خاندان سے حاصل کیئے ہیں اور دہلی کے بعض اختلاف سے بھی واقف ہوں لیکن کئی پشت سے میرے یہاں لکھنؤ کی زبان بولی جاتی ہے اور قدامت سے لکھنوی ہون جسطرح ایک دہلی کا مستند شاعر اپنے محاورات وزبان کی تحقیق رکھتا ہے اُسطرح میں نہیں رکھتا۔ اِس لیئے میں نے اپنی ہیچمدانی کا اعتراف کر کے کہا۔ میں لکھنؤ کے محاورات کے متعلق بحث کروں گا۔ ورنہ حقیقت میں دونوں محاورے ایک ہیں۔

کوئی

اسم عدد ہے۔ تذکیر و تانیث میں اپنے معدود کا تابع ہے۔ ایک کے معنی پر بولا جاتا ہے۔ جیسے کوئی آدمی نہیں ہے۔ گھر بالکل خالی ہے۔

تخمیناً کے معنے پر جیسے کوئی سو آدمی ہو گا۔ کوئی ہزار آدمی ہو گا یعنی تخمیناً سو تخمیناً ہزار۔

خال خال کے معنی پر جیسے کوئی کوئی تارا آسمان پر معلوم ہوتا ہے۔

ایک آدمی کے معنی پر۔ جیسے اِس گھر میں کوئی ہے۔

نامعلوم آدمی کے معنی پر جیسے کوئی آیا تھا۔ آپ کو پوچھتا تھا۔

قاعدہ:۔ کوئی کا استعمال جب مفرد ہوگا تو اس سے آدمی مراد ہوگا۔ جب کسی چیز کے نام کے ساتھ ہوگا تو چیز مراد ہوگی۔ جیسے کوئی کھڑا ہے۔ یعنی آدمی۔ کوئی پیسہ دیدو۔ کوئی روٹی دیدو۔

قاعدہ:۔ کوئی کو واحد عدد کے ساتھ بعض لوگ بولتے ہیں، یہ غلط ہے، جیسے کوئی ایک پیسہ ہوگا۔ کوئی ایک آدمی ہوگا۔ کیونکہ کوئی خود ایک کے معنی پر آتا ہے، اس لیئے کوئی پیسہ ہوگا۔ یا ایک پیسہ ہوگا بولنا چاہیئے ہاں جمع کے ساتھ بولنا فصیح ہے۔ کوئی دس روٹیاں بچی ہونگی۔ کوئی کوئی جمع کے معنی دیتا ہے جیسے کوئی کوئی آدمی کہتا ہے۔ یعنی دو ایک آدمی۔

کئی

کئی اسم عدد جمع ہے۔ جیسے کئی روپے ملے۔ کئی آدمی آئے۔ بعض اِس کا غلط استعمال کرجاتے ہیں۔ جیسے کے بجا ہے۔ یہ غلط ہے۔ بجے ہیں بولنا چاہیئے۔

کتنا

اِسم مقدار ہے۔ جیسے اِس تالاب میں کتنا پانی ہے۔ یہ سُرمہ کتنا ہے۔ یہ آٹا کتنا ہے۔ یعنی کئے سیر ہے۔ مگر اس کا استعمال محاورے میں اسم عدد کے معنی پر بھی خاص خاص موقع پر ہوتا ہے، جیسے آلو کتنے سیر دوگے۔ یعنی کے پیسے سیر۔ قلم کتنے کا دوگے۔ یعنی کئے پیسے کا۔ سب کتنے آم ہیں یعنے کئے آم ہیں۔ اِس طرح بھی بولتے ہیں۔ مگر فصیح صورت یہ ہے کہ سب کئے آم ہیں۔ کیونکہ یہاں غرض تعداد سے ہے نہ مقدار سے۔ گوشت کتنا ہے

چاول کتنے ہیں۔ آلو کتنے ہیں۔ دہنیا کتنا ہی۔ یہ محاورہ ہی کہ آلو کتنے ہیں۔ بولتے ہیں۔ اور دہنیا کتنا ہی بولتے ہیں۔ حالانکہ دونوں اسم جنس ہیں۔

قاعدہ:۔ جس چیز کو ہم گن نہیں سکتے اُسے کتنا یا کتنی کہیں گے اور جس چیز کو تول بھی سکتے ہیں اور گن بھی سکتے ہیں اُسے کتنی کہیں گے۔ جیسے پانی کتنا ہی۔ رائی کتنی ہی۔ رائی کا لفظ مونث واحد ہی مگر اُسکی جمع نہیں کر سکتے۔ بخلاف روٹی کے اسلیئے کہ اسکو گن سکتے ہیں اس لیئے کہیں گے روٹی کتنی ہی اور روٹیاں کتنی ہیں کپڑا کتنا ہی برف کتنی ہی۔ زیرہ کتنا ہی۔ میدا کتنا ہی۔ بعض ایسے جن کو گن سکتے ہیں لیکن گنتے نہیں ہیں۔ اُن کو دونوں طرح بولتے ہیں۔ جیسے چنا کتنا ہی۔ چاول کتنا ہی۔ بیج کتنا ہی۔ اور یوں بھی بولتے ہیں۔ چنے کتنے ہیں۔ چاول کتنے ہیں۔ بیج کتنے ہیں۔

کچھ

اسم مقدار و اسم عدد جیسے کچھ درد ہوتا ہی۔ کچھ یہ جیسے دیر و کچھ کہو تو سہی دوسری بات جیسے تم کچھ کہتے ہو۔ وہ کچھ کہتے ہیں۔ یعنی تم دوسری بات کہتے ہو۔ وہ دوسری بات کہتے ہیں۔ ذرا کے معنی پر جیسے کچھ دیر میں آنا کوئی چیز کے معنی پر جیسے کچھ کھالیا۔ الٹ پلٹ کرنے کے معنی پر کچھ کا کچھ کردیا۔ تھوڑا کے معنی پر جیسے کچھ کھالو۔ کچھ پی لو۔ زہر کے معنی پر جیسے کچھ کھاکے سو رہوں۔ کوئی کے معنی پر۔ جیسے کچھ عیب نکالو تو لقا دی کا

دعویٰ کرنا۔

کیا

حرف استفہام اور اسم مقدار ہو۔

استفہام { کیا تم گھر جاؤ گے۔
تم کیا سوچتے ہو۔

مقدار { رات کو وہ ذرا سی بات پر کیا کیا خفا ہوے۔ یعنی کتنے خفا ہوے۔

کسلیئے { غربت میں وطن کی یاد کیا آئے۔

کیسا { تمھارے آنے سے دل کیا خوش ہوا ہی۔

اور بہت سے پہلو ہیں۔ جیسے کیا مجال۔ کیا طاقت۔
بعض محل استعمال لوگ خلاف فصاحت کرجاتے ہین۔ ع

دل نہ دینے پر مجھے ناشاد کیا

یہان کیا سے کیون زیادہ فصیح ہی۔

کی

اُردو میں مضاف الیہ کی تانیث میں بجاے اضافت یہ حرف آتا ہی جیسے الٰہی میری جان کی خیر۔ کس قیامت کی گرمی ہی۔

گل ہو گئی ہی شمع ہمارے مزار کی   اچھی نہیں یہ چھیڑ نسیم بہار کی

دوسرے کرنا کا صیغہ واحد مونث۔ سرکار نے بہت فوج جمع کی۔ تم نے کہیں نوکری نہیں کی۔ میں نے اس سے بات نہیں کی۔ بات کی کی

دیباچہ

یہ میرا خیال ہی کہ زبان اُردو اپنی ذاتی خوبیون کے سبب سے روزافزون ترقی کرکے دنیا کے سب سے بڑے حصے پر حکومت کرے گی اور ضرور علمی زبان بنے گی اِس لئے مین چاہتا ہوں کہ ابتدائی حالت میں جبکہ اس کی بنیاد قائم ہوئی ہی لوگ اُسکے مرکز اعلیٰ دہلی و لکھنؤ کی تقلید کرین اور حد سے قدم آگے نہ رکھین۔ اُردو کی ہر دلعزیزی سے ضرورت لاحق ہوئی کہ اسی زبان مین تمام ہند مین اخبار جاری ہوں اس لیے لوگون نے مجبور ہو کر اپنے ملک مین بعنوان مختلف اسکا استعمال شروع کر دیا۔ اور مرکز کی زبان سے سرتابی کی ہر شہر مین مخصوص مخصوص محاورے بن گئے اور ایک شہر کی اُردو سے دوسرے شہر کی اردو میں اتنا فرق ہونے لگا کہ لوگون کو اسکا سمجھنا دشوار ہوتا جاتا تھا اور خیال ہوا کہ رفتہ رفتہ یہ زبان انقلاب پذیر ہوتے ہوتے فنا ہو جائے گی۔ اس خدشے کو ہر ایک خیر اندیش زبان نے محسوس کیا چنانچہ بعض حضرات نے اسکے سدباب میں ملک کے نقاب شعراسے تحقیق کرکے غلط محاورات کی تردید شروع کی تو جو لوگ زبان سے اچھی طرح واقف نہ تھے ان کو بُرا معلوم ہوا اور کہنے لگے کہ آخر ہم بھی تو ہندوستان کے رہنے والے ہین۔ اور اردو تمام ہندوستان کی زبان ہی تو ہمارے مقابلہ مین دہلی اور لکھنؤ کو کیوں شرف دیا جاتا ہی ہم کہتے ہین یہی صحیح ہی جو ہم بولتے ہین دو ایک بڑے بڑے شہروں میں یہ ہوا پھیلی تھی اور زبان مین کچھ نقائص ہو چلے تھے اور خوف تھا کہ ہوتے ہوتے ہندوستان کے بہت سے شہر اس مرض میں مبتلا

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

نہ کی نہ کی۔ اک نہ مانی ہزار منت کی۔

اِسکے سوا اور کوئی تیسری طرح اس کا استعمال نہیں ہوتا اور یہ لفظ تمام ہند میں صحیح بولا جاتا ہے۔

کل

اسکے استعمال کی کئی صورتیں ہیں۔

اسم زمان۔ گذشتہ اور آئندہ کے محل پر۔ جیسے کل آؤں گا۔ تم کل آنا۔

اسم نکرہ۔ ریل کی کچھ کل بگڑ گئی ہے۔ مشین چھاپے کی کل ٹوٹ گئی۔

قرار کے معنی پر۔ کسی کروٹ کل نہیں پڑتی۔

لیئے

لئے لینا سے صیغہ جمع ہے۔ جیسے میں نے پانچ آم لیئے۔ تم نے دو روپے اور کبھی جر کے معنی دیتا ہے۔ خدا کے لیئے ایسا غضب نہ کرنا۔ روٹی کے لیئے مار کھائی۔ ایسے موقع پر کے لیے بولتے ہیں۔

اور کبھی محض لیئے بھی بولتے ہین۔ جیسے اِس لیئے پہلے سے سمجھا دیا کہ پیچھے کہنے کو نہ ہو۔ ہم اپنے لیئے نہیں کہتے۔ جس لیئے تم آئے ہو ہم جانتے ہیں۔

سہی

سہنا سے صیغۂ واحد مونث ہے۔

تم سے ایک بات بھی سہی نہیں جاتی۔

حرف تنبیہ } ذرا یہاں آؤ تو سہی کیا ٹھیک بناتا ہوں۔
اپنی آہوں سے زمانے کو ہلا دوں تو سہی۔

تو

واؤ معروف سے ضمیر صیغہ واحد حاضر۔ جیسے کل تو کیا کرتا تھا جو غیر حاضر رہا۔

واؤ مجہول سے حرف تاکید۔ ذرا اِس ڈہیٹ لڑکے کو تو دیکھو۔

حرف جزا تم آؤ تو میں جاؤں۔ کبھی زید آتا ہے۔ یہ تو شدنی تھی۔

بفتح تا۔ بمعنی تب۔ اسوقت اسم زمان

توسہی کہ تیرا گھر میں آنا موقوف کرا دوں۔ اگر یہ بات ہو تَو تُم اِسی وقت واپس آنا۔ لہو اپنا پیوں میں تو گنا جاؤں جیٹوروں میں۔

بلکہ

ترقی کا حرف ہے۔ جب کسی ادنیٰ چیز کو اعلیٰ یا اعلیٰ کو ادنیٰ بناتے ہیں تو بلکہ کا استعمال کرتے ہیں۔ وہ آدمی نہیں بلکہ فرشتہ ہے۔ میں اکیلا نہیں بلکہ تمام قوم اِس خوشی میں شریک ہے۔ صرف دھمکی نہیں بلکہ مارا۔ اِس موقع پر لوگ مگر اور لیکن بھی بول جاتے ہیں۔ یہ غیر فصیح ہے۔

مگر

کبھی جزا کا حرف ہوتا ہے۔ جیسے اگرچہ مدعی راضی ہے مگر مدعا علیہ قبول نہیں کرتا۔ گو ہندوستان میں نیک کام کرنے سے روپیہ کافی مل سکتا ہے۔ مگر قومی کام کرنے والوں کی سخت ضرورت ہے۔

کبھی اسم صفت بنکر عذر کے معنی پر بولا جاتا ہی۔ بس زیادہ اگر مگر نہ کرو
یعنی عذر نہ کرو۔

کبھی حرف استثنا کے معنی دیتا ہی۔ جیسے سب آئیں، مگر وہ نہ آئے۔
سی جگہ پر الا بھی بولتے ہیں جیسے سب بولے الا امین خاموش رہا لیکن
بھی بولتے ہیں، ولیکن بھی بولتے ہیں۔ ولیک قدما بولتے تھے۔ مگر اب
متروک ہی

پھر

صفت عددی ہی۔ دوبارہ۔ جیسے پھر تو کہو۔ پھر سے شروع کرو۔ اور پھرنا
سے صیغۂ امر ہے ع۔

ہر پھر کے وا مرے ہی میں رکھتا ہوں میں قدم

کبھی اسم ظرف کے معنی پر بولتے ہیں جیسے یہ سب روپیہ ختم ہو جائیگا
تو پھر کیا ہوگا۔ یعنی اسکے بعد کیا ہوگا۔

غرض

کبھی فائدہ کاف بیانیہ کا دیتا ہی۔ ع
فرشتہ کبھی ہے کبھی جانور۔ غرض آدمی طرفہ معجون ہی۔ یعنی کہ آدمی
بھی طرفہ معجون ہی۔

کبھی اسم نکرہ بنکر مقصد کے معنی دیتا ہی۔ جیسے اپنی غرض بیان کرو
تمھاری غرض اس بیان سے کیا ہی۔

کبھی حاجت کے معنی پر بولا جاتا ہی۔ جیسے غرض بری بلا ہوتی ہی۔

ہماری اُن سے غرض اٹکی ہو۔

کبھی کام کے معنے پر آتی ہو۔ جیسے ہم کو تم سے کیا غرض یعنی کیا کام۔ بعض موقع پر غرضکہ الغرض بھی بولتے ہیں۔

کہان

حرف نفی کے معنی دیتا ہو جیسے ع

دل بیتاب یہ کہتا ہو مجھے تاب کہاں

میرے پاس اس قدر دولت کہاں ہو۔ اور کبھی ظرف مکان کے معنی دیتا ہو۔ تم کہاں جاتے ہو۔ یعنی کس جگہ جاتے ہو۔

اپنا

ضمیر مضاف ہو۔ جو ضمیر یا حرف اشارہ لازمی کے ساتھ یا ضمیر فاعلی کے ساتھ آتی ہو۔ ضمیر مضاف مفعولی کے ساتھ بولنا غلط ہو۔ ایسی غلطی اکثر لوگ کر جاتے ہیں۔ اسکی تکرار بھی جائز ہو۔ جیسے ؎

اپنا اپنا یہ نصیبہ ہے اجارا کیا ہے

خال رُخ اُسکو مجھے داغ جگر ہاتھ لگے

اپنی اپنی گور اپنی اپنی منزل۔ میں اپنے آپ آیا۔ وہ اپنا خون جگر کھاتا ہو۔ تم نے اپنے بھائی کی قدر نہ کی۔

کبھی ضمیر کے بدلے اِسم کے ساتھ بھی بولتے ہیں۔ رستم اپنے بھائی کو دشمن سمجھتا ہو سمجھا تھا تری زلف کو یہ مرغ دل اپنا۔

اپنا خود ضمیر مضاف مفعولی ہو۔ اس لیئے اسکو ضمیر مضاف مفعولی کے

ساتھ ملا کر بولنا خطا ہے۔ جیسے میرا اپنا بھائی کھو گیا۔ تیرا اپنا مکان کیا ہوا اُس کا اپنا روپیہ برباد ہو گیا۔ اسکو اِسطرح بولنا چاہیئے۔ میرا بھائی کھو گیا۔ تیرا مکان کیا ہوا۔ اس کا روپیہ برباد ہو گیا۔

صلون کا بیان

ہر ایک اسم چند الفاظ کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے اصطلاح فصحا میں ان افعال کو صلہ کہتے ہیں۔ بعض صلے تو روزمرہ میں داخل ہیں جیسے روٹی کھانا۔ پانی پینا۔ کپڑے پہننا۔ اور بعض اصطلاح بن گئے ہیں۔ جیسے تصویر بنانا کو لوگ تصویر کھینچنا بولتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اصطلاحاً کھینچنا کو بنانا کے معنی پر استعمال کیا ہے لغت میں کھینچنا کے معنی بنانا کے نہیں ہیں۔ کھینچنا کو بنانا کے معنی پر عاریتاً لے لیا ہے اور خاص سے عام تک اسی طرح بولنے لگے۔ اِس لیے اِس نئے معنوں کا نام اصطلاحی معنی رکھا گیا۔ اصطلاح کے ساتھ جو جملہ آتا ہے اُسکو محاورہ کہتے ہیں۔ محاورے کے پہچاننے کا عمدہ قاعدہ یہی ہے کہ ہم جُملے کے فعل کو دیکھیں اگر فعل اپنے لغوی معنی پر صرف نہیں ہوا ہے اور کسی دوسرے فعل کے معنی پر بولا گیا ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ قطعی محاورہ ہے۔ شاذ و نادر محاورے ایسے ہیں جن کے فعل اپنے لغوی معنی میں صرف ہوئے ہیں۔ لیکن ان میں ایک قصہ طلب بات پوشیدہ رہتی ہے۔ جیسے اس کا مارا پانی نہیں مانگتا۔ اس کے لفظوں کے لغوی معنی تو یہ ہوئے کہ اس کا مارا ہوا آدمی پانی طلب نہیں کرتا

مگر اسمین ایک پوشیدہ معنی ہیں جسکے سبب سے سب لوگ اُسے محاورہ کہتے ہیں۔ یعنی قیاس یہ کہتا ہے کہ جب آدمی کی حالت نزع ہوتی ہے اور دم نکلنے لگتا ہے تو اُسے اسوقت بہت پیاس معلوم ہوتی ہے اور پانی مانگتا ہے یہاں پر پانی مانگنا دم نکلنے کے وقت پانی مانگنا کے معنوں میں صرف ہوا ہے۔ اِس سے ہم اِسکو محاورہ کہتے ہیں۔ اِس جملے کے پورے معنے یہ ہوے کہ جسکو وہ مارتا ہے وہ فوراً مر جاتا ہے۔ اُسے اتنی بھی مہلت نہیں کہ دم نکلنے کے وقت پانی مانگے۔ اِس بیان سے معلوم ہوا کہ محاورے کی پہچان یہ ہے کہ اُسکے افعال اپنے لغوی معنی میں نہ ہوں۔ اور اصطلاحی معنی میں صرف ہوے ہوں۔ اور اگر لغوی معنی میں صرف ہوے ہوں تو وضاحت معنوی اور تاویل میں لغوی معنی سے کچھ زیادہ ہوں۔ اِس لیئے محاورے کے پہچاننے کے لیئے افعال کے اصطلاحی معنی کا جاننا ضروری ہے اور یہ افعال جب ایک اسم سے مِل کر اپنے نئے معنے میں مستعمل ہوتے ہیں تو اُن کو صلہ کہتے ہیں۔ حقیقت میں صِلے محاورے کی بنیاد ہیں۔

قاعدہ:۔ بعض صِلے اِسم کے ساتھ مل کر اِسم صفت بنجاتے ہیں۔ اور وہ بھی محاورے میں داخل ہیں۔ جیسے آنکھ لگنا مصدر مرکب ہے اسکے معنی اصطلاحی سونا ہیں۔ میری ابھی آنکھ لگ گئی تھی کہ تم نے جگا دیا۔ رات بھر آنکھ سے آنکھ نہ لگنے پائی۔ بیمار کی ذرا آنکھ لگ جائے تو صحت کی نشانی ہے۔ بچہ آنکھ لگتے ہی چونک پڑا۔ اتنا شور و غل تھا کہ آنکھ لگنا مشکل ہو گیا۔ آنکھ لگا مرد آنکھ لگی عورت اِسم صفت ہے۔ مرد و عورت موصوف ہیں

اُسکے معنی آشنا کے ہیں۔ یعنی ناجائز واسطہ جو بیاہ شادی سے نہو۔ بلکہ محض آشنائی سے ہو۔

ہاتھ لگنا مصدر لازم ہے اسکے معنی لغوی چھو جانا کے ہیں۔ دیکھو خبردار ہاتھ نہ لگنے پائے نہیں تو تصویر کا روغن اڑ جائیگا۔ محاورے میں اُسکے معنی دستیاب ہونا کے ہیں۔ کوئی اصیل مرغ ہاتھ لگے تو ہم کو دکھانا۔ رونے لگنا بھی محاورہ ہے اسکے معنی رونا شروع کرنا۔ باپ کے مرنے کا حال سُنا تو بیٹا زار زار رونے لگا۔ کانٹا لگنا کانٹے کا چبھ جانا۔ چلتے چلتے پاؤں میں اس زور سے کانٹا لگا کہ وہ اُف کر کے بیٹھ گیا۔ روٹیاں لگنا بے پروائی کرنا۔ اب ایسی روٹیاں لگیں کہ کام کرنے سے جی چُراتے ہو۔ چوری لگنا۔ چوری کا الزام اپنے اوپر عائد ہونا۔ ہم پہلے سے جانتے تھے کہ ایک دن چوری ضرور لگے گی چھت سے آنکھیں لگنا۔ مرنے کے قریب ہونا۔ چار دن کے بخار میں چھت سے آنکھیں لگ گئیں۔

چارپائی سے لگنا۔ بیمار پڑنا۔ رات دن کی سوختگی نے چارپائی سے لگا دیا۔

شروع ہونا کے معنی پر جیسے آج سے منگل لگا ہے کل سے بدھ لگے گا۔

پانی لگنا۔ پانی کا نقصان کرنا۔ رخنیں کھل گئیں ہیں اس سبب سے دانتوں میں پانی لگتا ہے۔ کلکتہ کا پانی لگ گیا تو بیمار ہو کر گھر چلا آیا۔

گرمی لگنا۔ گرمی معلوم ہونا۔ مجھے گرمی بہت لگتی ہے۔

بُرا لگنا - بُرا معلوم ہونا - میں نے جو کہا تو بہت بُرا لگا -

دھبّا لگنا - الزام آنا - دامنِ آبرو پہ دھبا لگ گیا - آپ کا کیا گیا ہماری عزت میں دھبا لگ گیا -

مُنھ لگنا - برابری کرنا - میرے مُنھ نہ لگو ورنہ ساری آبرو خاک مین ملا دوں گا -

بھوک لگنا - اشتہائے طعام معلوم ہونا - کہنے لگا مجھے تو اِسوقت شدت سے بھوک لگی ہی -

ٹھٹھ لگنا - بھیڑ ہونا - میلے میں آدمیوں کا ٹھٹھ لگا ہوا تھا -

چُھٹنا - مصدر لازم ہی رہا ہونے کے معنی پر - اور چھوٹنا بھی اِسی معنی پر مصدر لازم ہی - اصطلاح میں اُسکے معنی اور بھی ہین - جیسے نبضین چھٹنا نبض کی حرکت کا بند ہونا - سحر

نبض میری دیکھ کر نبضین طبیبون کی چھٹین

بے مرض مرنے لگے کیونکر یہ حکمت کے خلاف

انار چھٹنا - آتشبازی کے انار کا جلنا - رات کو انار چھٹا تو وہ ڈر گیا -

نوکری چھٹنا - برطرف ہونا - معزول ہونا - برسون کی نوکری بات کی بات مین چھٹ گئی -

جان چُھٹنا - جان بچنا - اِس مرض سے جان چُھٹتے معلوم نہین ہوتی

سستے چھٹنا - معاملے کا بہ آسانی طے ہونا - دو چار روپیے دے دلا کر جان بچ جائے تو سمجھین کہ سستے چُھٹے -

طوطے چھٹنا۔ حواس جاتے رہنا۔ یہ خبر سنتے ہی اُس کے ہاتھون کے طوطے چھُوٹ گئے۔

قاعدہ:۔ محاورہ اور کنایہ مین فرق ہوتا ہی۔ محاورے مین مصدر کے اصطلاحی معنی لیے جاتے ہین۔ اور کنایہ مین نہ اصطلاحی معنی ہوتے ہین نہ لغوی۔ بلکہ ان کا مطلب لفظون کے خلاف ہوتا ہی جیسے اُلٹنا کے معنی الٹا کرنے کے ہین۔ آستین الٹنا اسکے معنی لغوی آستین کو الٹنا یعنی الٹا کرنے کے ہین۔ لیکن کنایہ میں مراد ہی۔ لڑائی کے لیئے مستعد ہونے سے۔ وہ تو بات بر آستین الٹنے لگتا ہی یعنی جنگ کے لیئے مستعد ہو جاتا ہی ۔ بحر۔

منظور عاشقون کا اگر امتحان ہی پھر دیر کیا ہی میان سے لے آستین اُلٹ

اُٹھنا۔ کھڑا ہونا۔ مصدر لازم ہی۔ مین اُٹھا تو وہ بھی اُٹھے۔

اچار اُٹھنا۔ اچار کا پک جانا۔ تیار ہو جانا۔ دھوپ دکھانے سے چار دن مین اچار اُٹھتا ہی۔

اُٹھنا۔ رونے لگنا۔ جب مان یاد آتی ہی تو بچہ رو اُٹھتا ہی۔

گھبرا اُٹھنا۔ گھبرا جانا۔ جب کام کرتے کرتے دل گھبرا اُٹھتا ہے تو دو گھڑی باغ مین ٹہلنے نکل جاتا ہون۔

قیمت اُٹھنا۔ دام لگنا۔ بازار مین جو قیمت اُٹھے وہ مین بھی دونگا

آنکھین اُٹھنا۔ آنکھون مین درد ہونا۔ مرزا کی کل سے آنکھین اُٹھی ہین۔

ہو جائینگے۔ اس وقت سوا اسکے کچھ چارہ نہو گا کہ ہم اُردو کو بھی دوسری کم
اور غیر علمی زبانون کی طرح مردہ سمجھ کر فاتحہ خیر پڑھیں۔ میری سمجھ میں اسکا سبب
یہ معلوم ہوا کہ اس زبان کی ماہیت اور معلومات خصوصیات زبان کی کچھ کتابیں
نہیں ہیں جس سے لوگ مدد لیکر صحیح زبان بولنے کی قدرت حاصل کریں۔ اسلیے
وہ لوگ معذور اور مجبور ہیں کہ غلط زبان ہی بول کر اپنے مطالب پورا کریں میں نے
چاہا کہ ملک کی اِس شکایت کو دفع کروں زبان کے جو معلومات تیس کے وقت سے
میرے پاس سینہ بسینہ محفوظ تھے۔ میں نے لکھ کر کتاب کی صورت میں پیش
کیا۔ تو لوگون نے میری تصنیف کو بہت شوق سے دیکھا اور اُردو کے سمجھنے میں
انصاف کو دخل دیا اور غلط جملوں کے استعمال سے اجتناب کرنے لگے۔ میں خدا کا
شکر کرتا ہون کہ میری پہلی تصنیف زباندانی بہت پسند ہوئی۔ اسی طرح اصلاح زبان اردو
قواعد میر، شاعری کی پہلی کتاب، شاعری کی دوسری کتاب، اصول زبان اُردو
مقبول خاص و عام ہیں۔ اُن کی کثیر التعداد اشاعت نے مجھے اطمینان دلادیا
کہ ہندوستان کے لوگ صحیح اور فصیح اُردو بولنے کی دلی خواہش رکھتے ہیں بشرطیکہ
انھیں ایسی کتابیں ملتی رہیں، تو میں نے اپنا ایک رسالہ جان اُردو جو اہلِ
ملک کی ضرورت کے موافق ہے لکھ کر شایع کیا۔

خواجہ محمد عبدالرؤف عشرت لکھنوی

پھوڑنا۔ مصدر متعدی ہے اسکے معنی توڑنا کے ہیں۔ احمد نے رات کو رستم کا سر لکڑی سے پھوڑ ڈالا۔ لیکن محاورے مین اسکے معنی بدل جاتے ہین۔ جیسے کلّو نے للّو کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ یعنی راز فاش کر دیا۔ مین نے لاکھ سر پھوڑا اس نے ایک نہ مانی۔ یعنی مین نے بہت سمجھایا۔

بٹھانا۔ متعدی ہے۔ محفل مین مجھے رات کو یارون نے بٹھایا۔

فرق بٹھانا۔ رعب بٹھانا۔ حکومت کرنا کے معنی پر بولتے ہین۔ وہ حق ناحق اپنا فرق بٹھاتے ہین۔

گٹا بٹھانا۔ گٹا جوڑنا۔ کمان گر نے دم بھر میں گٹا بٹھا دیا۔

گھر بٹھانا۔ کسی کو گھر میں ڈال لینا۔ راجہ نے ایک بازاری عورت کو گھر بٹھایا۔

کرنا۔ مصدر متعدی ہے۔ اسکے ساتھ تمام فارسی عربی الفاظ یا افعال ملکر مصدر متعدی بن جاتے ہین۔ جیسے قبول کرنا۔ معلوم کرنا۔ گفتگو کرنا۔ لیکن بعض موقع پر کرنا کے معنی بدل جاتے ہین۔ جیسے کان مین تو کرنا۔

لڑکے نے چار دن مین اپنے کپڑے گو کر دیے۔ یعنی میلے کر دیے

مین نے کہا ذرا پھونک ڈال دیجئے آپ نے دور سے چھو کر دیا۔ یعنے پھونک ڈال دیا۔ رات کو چار دل نل پڑھکر اپنے اوپر دم کیے یعنی پھونکے۔

تم نے میرے بچے کو ناحق شل کیا۔ یعنی تھکایا۔

کلیل کرنا۔ جانور کا خوش ہوکر کودنا۔ بچھڑا کھیت مین کلیل کر رہا تھا۔

جب یہ معلوم ہو چکا کہ اکثر صلوں سے محاورے بنتے ہین اور صلہ ہمیشہ

لغوی معنی کو چھوڑ کر اصطلاحی معنی میں صرف ہوتا ہے۔ ہم اب بعض مخصوص صلوں کے جملے لکھتے ہیں۔

ڈھڈھانا - ہرا ہونا - ہر درخت ڈھڈھا رہا تھا -

مُنھ سے پھُوٹنا - بولنا - کچھ تم بھی مُنھ سے پھوٹو -

ناک چنے چبوانا - پریشان کرنا - برسوں اُس نے ناک چنے چبوائے - میں نے مُنھ سے اُف نہیں کی -

پانوُں کی بیڑی کٹ جانا - بیفکر ہو جانا - آزاد ہو جانا - ایک بڈھا باپ باقی تھا جب اسکا بھی انتقال ہو گیا تو پانوُں کی بیڑی کٹ گئی -

اُنگلیوں پر نچانا - ہنسا بنانا - کل کے لونڈے اُسے اُنگلیوں پر نچاتے ہیں -

نہٹا لگنا - ناخن چبھنا - ہنسی ہنسی میں ناک پر نہٹا لگ گیا -

اجیرن ہونا - دو بھر ہونا - دو دن کی زندگی اجیرن ہو گئی -

ایڑیاں رگڑنا - مصیبت جھیلنا - نوکری کے واسطے اُس نے برسوں ایڑیاں رگڑیں -

کوڑی پھرنا - صلاح ہونا - شہر کے سوداگروں میں کوڑی پھر گئی کہ ان سے معاملہ نہ کرو - میں نے جھٹ بمبئی کو آڈر بھیجدیا -

دیکھ بھال کر لینا - جانچ لینا - اپنے اسباب کی دیکھ بھال کر لو -

سر اُٹھانا - غرور کرنا - جس نے سر اُٹھایا - اُس نے نیچا دیکھا -

دانوں میں پھکنا - پھنسیوں کا بدن پر نکل آنا - بچہ سر سے پیر تک دانوں میں پھکا ہے -

سر میں دھمک ہونا۔ سر میں درد ہونا۔ رات سے میری سر میں دہمک ہوتی ہے
کوپل پھوٹنا۔ کوپل کا نکلنا۔ کوپل پھوٹنے کے پیشتر ہی سے یاد
آپسمین ملتے رہے ہین۔

بہرہ مند ہونا۔ فائدہ اُٹھانا۔ اگر ہم سامعہ باطنی سے بہرہ مند ہیں تو
ہمین وہ تمام منظر دکھا دیے جائیں گے۔

نشر ہونا۔ بدنام ہونا۔ ایسی باتون سے سارے عالم مین نشر ہو جاؤ گے
پھر کوئی بات نہ پوچھے گا۔

ٹالے بالے دینا۔ برسون ٹالے بالے دیا کیئے۔

اظہار دینا۔ اپنا حال عدالت مین یا پولیس مین ظاہر کرنا۔ جو اظہار
پولیس مین دیئے تھے وہی عدالت مین بھی دیئے۔ حواس باختہ ہونا۔ حواس
جاتے رہنا۔ یہ سن کر میرے حواس باختہ ہو گئے۔

آبرو بیچنا۔ آبرو ضایع کرنا۔ آبرو بیچ کے ٹکڑا فقرا لیتے ہیں۔

مُنھ آنا۔ بُرا کہنا ؎

اتنو ہر بات مین مُنہ آتے ہو مُجھ ایسا   لوگ دانتوں میں زبان اپنی دبا لیتے ہین

پیشقدمی کرنا۔ شروع کرنا۔ آگے جانا ؎ پیشقدمی زنقا کر گئے تو کیا غم ہے۔

اندھیر کرنا۔ زبردستی کرنا ظلم کرنا لوٹنا۔ اتنا اندھیر نہ کرو۔ دال میں نمک
کھایا کرو ؎

مشک کا نور خجالت سے ہوا جاتا ہے   اتنا اندھیر نہ گیسوے سیہ فام کریں

ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔ بیکار رہیں۔ آجکل ہاتھ پر ہاتھ دھرے

بیٹھے رہتے ہیں۔

وردی بولنا۔ دلیل کرنا۔ خلاف وقت نوکری لینا ؎

کیا رسوۂ عشق کہتا میں فرشتے ساتھ تھے

بجر وردی کل یہ ہرکارے معتبر بولتے

پاؤں سو جانا۔ پاؤں کا سُن ہوجانا۔ سو جائیں اگر پاؤں تو راحت نہیں ہوتی۔

پالا پڑنا۔ سابقہ پڑنا۔ معاملہ ہونا۔ ابھی اُن کو مجھ سے پالا نہیں پڑا ورنہ سب تین پانچ بھول جاتے۔

پھٹ پڑنا۔ ٹوٹ جانا۔ کل ایسی آندھی آئی تھی کہ صدہا درخت پھٹ پڑے

موس لینا۔ چرا لینا۔ لوٹ لینا۔ دوستوں نے مل کر مجھے موس لیا۔

اداسی ٹپکنا۔ مایوسی ظاہر ہونا۔ در و دیوار سے اداسی ٹپک رہی تھی

پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ یعنی کوئی نہیں آ سکتا۔ رات دن پہرہ رہتا ہے پرندہ پر نہیں مار سکتا۔

دور دورا ہونا۔ عروج ہونا۔ آجکل سرکار میں خان صاحب کا بہت دور دورا ہے۔

پھوٹ پھوٹ کے رونا۔ زار زار رونا۔ اتنا کہنے پر وہ خوب پھوٹ پھوٹ کے رویا۔

آنکھ سے گر جانا۔ حقیر ہوجانا۔ ایسی باتیں کروگے تو دنیا کی آنکھ سے گر جاؤ گے۔

اپنی ٹکر کا سمجھنا۔ اپنے برابر کا سمجھنا۔ کیا مجھے بھی اپنی ٹکر کا سمجھ لیا ہے۔
کبھی تو میری انٹی پر چڑھو گے۔ یعنی قابو میں آؤ گے۔
میں تو ان کا دوست ہوں۔ لیکن وہ ہمیشہ میری جڑ کاٹا کیئے۔ یعنی مجکو نقصان پہونچایا کیئے۔
دونوں کبوتر دم بھر میں تارا ہو گئے۔ یعنی بلند ہو گئے۔
آدھی رات کو چراغ گل ہو گیا۔ یعنی بجھ گیا۔
طلبا کو مطب میں تین برس تک حکیم صاحب کی چلمیں بھرنا پڑتی ہیں یعنی خدمت کرنا پڑتی ہے۔
میرے کہنے سے کیوں مرچیں لگتی ہیں۔ یعنی کیوں بُرا معلوم ہوتا ہے۔
نواب صاحب کی آنکھ بند ہونیکے بعد گھر تباہ ہو جائیگا۔ یعنی مرنے کے بعد۔
ناک چوٹی میں گرفتار ہونا۔ وہ خود اپنی ناک چوٹی میں گرفتار ہے۔ یعنی اپنے بچوں سے فراغت نہیں۔
ان لگنا۔ پچنا۔ ہضم ہونا۔ کیسی ہی نعمت کھاؤ ان نہیں لگتی۔
کٹ جانا۔ گذر جانا۔ سارا دن کٹ گیا اور تم نہ آئے۔
درّانہ جانا۔ نڈر جانا ؎

لحد میں مہمانِ دہر یوں جاتے ہیں درانہ
مکاں میں اپنے جیسے کوئی صاحب خانہ آتا ہے

قدم لینا۔ قدم چومنا۔ تم نے تو وہ کام کیا ہے کہ تمھارے قدم لے۔
کام چلنا۔ کام نکلنا۔ ان سے کسی کا کام نہیں چلتا۔

آڑے آنا - کام آنا - میرے آڑے تری رحمت آئی -

چوٹ آنا - چوٹ لگنا - کوٹھے سے گر پڑا ٹانگ میں بہت چوٹ آئی -

جھرمٹ کرنا - بھیڑ لگانا - جھرمُٹ درِ میخانہ پہ میخوار کرینگے -

سری ٹیک کرنا - خوشامد کرنا - ان کو غرض ہوگی تو سو دفعہ سری ٹیک کرینگے -

انگشت نما ہونا - بدنام ہونا - ایسے کام کیئے کہ ساری دنیا میں انگشت نما ہوا -

لاسخن سنانا - سخت بات کہنا -

الٰہی یہ کیسا بت بے دہن ہے سناتا ہر اک بات پر لاسخن ہے

آواز بیٹھ جانا - آواز بند ہو جانا - چیختے چیختے آواز بیٹھ گئی اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی -

کج ادائی کرنا - بیمروتی کرنا - اب تو بات بات پر وہ کج ادائی کرتے ہیں -

خودبین ہونا - مغرور ہونا - وہ بڑا خود بین ہے -

اصلاح زبان

اب ہم الفاظ کے غلط استعمال کا بیان کرکے ان کی اصلاح کرتے ہیں، جو آجکل ہندوستان کے مشرقی اور مغربی ملکوں میں بسبب ناواقفیت استعمال کیے جاتے ہیں، اور لوگوں کو الفاظ کی صحت نہیں ہے، اس سبب سے وہ غلط بولنے پر مجبور ہیں۔

مغرب ہند کے الفاظ اور جملے

پوتے کی شادی سے دادے کی عمر دراز دادے غلط ہے فصحا دادا بولتے ہیں

ذرا انصاف سے کہیو خدا لگتی - کہیو غلط ہی اسطرح بولنا چاہیئے - ذرا انصاف سے خدا لگتی کہنا -

آپ ایک سے زیادہ انعامات بھی حاصل کرسکتے ہین - اس جملے کی ترکیب اور محاورہ غلط ہی - اِسطرح بولنا چاہیئے - آپ کئی انعام بھی حاصل کر سکتے ہین -

اِن انعامات کے دینے سے کیا مراد ہی - دینے سے زائد اور بیکار ہی اسکو حشو قبیح کہتے ہین اِسطرح بولنا چاہیئے - ان انعامات سے مراد کیا ہی -

بواسیر کسطرح پیدا ہوتا ہی - بواسیر مونث ہی - بواسیر کسطرح پیدا ہوتی ہی - بولنا چاہیئے -

دانت خلال - غلط ہی - خلال دندان یا دانتون کا خلال بولنا چاہیئے -

کارخانہ عطریات وروغنیات - یہ بھی غلط ہی - اردو کا قاعدہ ہی کہ کہ مفرد لفظ بجاے جمع مستعمل ہوتا ہی - جیسے آدمی تھے چوتھے نوکر تھے ان کے بقاعدہ جمع بنانے کی ضرورت نہین - ویسے ہی عطر روغن مفرد بجاے جمع بول سکتے ہین - ان کو بقاعدہ جمع کرنے کی ضرورت نہیں ہی - یہ کافی ہی کہ کارخانہ عطر و روغن -

پشیمانی ہوئی ایسی انھیں فرط ندامت سے
کہے کلمات سخت و شست آزردہ طبیعت ہی

دوسرے مصرع میں آزردہ طبیعت، غلط ہی - قاعدہ یہ ہی کہ صفت جب اپنے موصوف مرکے ساتھ آتی ہی - اور موصوف صفت مل کر فاعل کی

صفت بنجاتے ہیں اسوقت سے کا استعمال مخصوص مفعول کے لیئے فاعل کے ساتھ ناجائز ہے۔ کیونکہ یہاں صفت خود جزو فاعل ہے۔ جیسے میں نے آزردہ دل سے کہا۔ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ میں نے اپنے دل سے کہا جو آزردہ تھا۔ لیکن یہ مطلب نہیں ہو سکتا ہے کہ میرا دل جو آزردہ تھا اس نے کہا۔ اسکو اسطرح بولنا چاہیئے۔ میں نے آزردہ دل ہو کر کہا۔ کلمات سخت یعنے آزردہ ہو کر کہے۔ یہی ثقات لکھنو کا فیصلہ ہے۔

برطانیہ کلاں اور ممالک غیر کے پولٹیکل حلقوں میں یہ یقین پھیلایا گیا ہے کہ ہندو مسلمان ہمیشہ سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں یقین پھیلایا گیا ہے غلط محاورہ ہے۔ یقین دلایا گیا ہے بولنا چاہیئے۔

اس آدمی نے پوچھا تم کیا لوگے۔ پنڈت صاحب نے جواب دیا۔ جو آپ دو گے۔ آپ دو گے، خلاف محاورہ ہے۔ جو آپ دیں گے یا جو تم دو گے بولنا چاہیئے۔

کوڑہی کی جیز ریٹھہ سے بہت مرضوں کا علاج۔ ریٹھہ غلط ہے ریٹھا مسجد متصل مطبع رفاہ عام کا بھی امام پکڑا گیا۔ بھی حرف تاکید ہے اسم سے پہلے اس کا بولنا ناجائز ہے۔ اسطرح کہنا چاہیئے۔ امام بھی پکڑا گیا۔

اگر گورمنٹ نے قانون وضع کردینے پر ہی اکتفا کر رکھا ہوتا۔ خلاف محاورہ ہے۔ قانون وضع کردینے ہی پر اکتفا کیا ہوتا۔ مسلم لیگ کے بعض تقاردن نے نہایت جوش و خروش سے یہ بیان کیا۔ تقار غلط ہے مقررین نے چاہیئے۔ اسی شخص سے سال دو سال بعد آپکی دشمنی ہو جائیگی آپکی

دشمنی غلط ہو آپسے دشمنی ہو جائےگی۔ مگر پھر آپمین جوت بیزار پر اتر آتے ہیں۔ جوت بیزار غلط ہو جوتی بیزار۔ میرے دو اپنے خاص اپنے مہربان دوست ہین غلط میرے خاص مہربان دو دوست ہیں۔ بیٹھے بٹھائے ان کو روزگار کا خبط ہو آیا۔ غلط ہو۔ روزگار کا خبط ہو گیا۔ آپ ایک سولہ صفحے کی کاپی بنا لیں غلط ہو۔ آپ ایک سولہ صفحے کی کاپی بنا لیں۔ چند ایسے اصحاب جنھوں نے اسٹیشن پر اترنا تھا۔ غلط ہو۔ چند اصحاب جن کو اسٹیشن پر اترنا تھا۔ اور نیک و بد روح بھی شفایاب ہو کر پرواز کر گئیں۔ روح مونث واحد ہو۔ مونث لفظ کو واحد بولنا اور جمع مراد لینا ناجائز ہو۔ اس لیئے روحیں بولنا چاہیئے۔ مجھپر ہر طرف سے حیرانگی کا عالم طاری ہو۔ حیرانگی غلط ہو حیرانی بولنا چاہیئے۔ خواب میں یا بیداری میں میں تو ہکی بکی رہ گئی ہوں۔ ہکی بکی غلط ہے۔ ہکا بکا چاہیئے۔ تمام بڑے شہروں میں چلت حساب بلا کسی اجرت کے رکھا جاتا ہو۔ چلت حساب غلط ہو۔ چلتا حساب صحیح ہو۔ تقریبًا ۱۰۵ اخبار ہین مختلف قسم کی پڑھنے کے لیئے رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہو۔ اخبار لفظ مذکر ہے۔ جمع کی حالت میں بھی واحد استعمال ہوتا ہو۔ اسکو ین سے جمع کر کے مونث بنانا غلط ہو۔

مشرق ہند کے غلط الفاظ اور جملے

تپھر پر تھوک پھینکے اور ان کا دل دکھے۔ تھوک پھینکنا خلاف روزمرہ ہو تھوکنا فصیح ہو۔ اس ملک سے خاص اُردو زبان میں کوئی ایسی تصنیف نہیں نکلی کہ مصنفوں کی اسپر آنکھیں اُٹھ جاتیں۔ آنکھیں اٹھ جانا خلاف محاورہ ہو

نظریں پڑرہیں بولنا چاہیئے۔ اسکی اطاعت اور فرماں برداری سے جہاز کے
اہل خدمت کو سرتابی نہیں پہنچی سرتابی پہنچنا خلاف محاورہ ہے اسطرح
بولنا چاہیئے۔ اسکی اطاعت اور فرماں برداری سے جہاز کے اہل خدمت سرتابی
نہیں کرتے۔ کل سے میرا لڑکا بدمزہ ہے۔ اور اس سے مطلب یہ ہے کہ کل سے میرا
لڑکا بیمار ہے۔ اول تو بدمزہ اسم صفت ہے اسکا موصوف لڑکا نہیں ہو سکتا
دوسرے یہ کہ محاورہ اصطلاح نہیں ہے۔ یوں بولنا چاہیئے۔ کل سے میرے لڑکے
کی طبیعت بدمزہ ہے۔ طبیعت بدمزہ ہی محاورہ ہے۔ یعنی ناساز ہے۔ بشرطیکہ وہ دھیان
دیکر میری بات سُنیں۔ دھیان دیکر محاورہ نہیں ہے۔ دھیان لگا کر بولتے ہیں۔
اور قانون قدرت میں کوئی دفعہ ایسا نہیں ہے۔ دفعہ مونث ہے۔ کوئی دفعہ ایسی
نہیں ہے۔ جب شیر شاہ نے صوبہ بہار کو قبضہ کر لیا۔ اسمیں کو غلط ہے صوبہ بہار
پر قبضہ کرنا بولنا چاہیئے۔ نیب کے درخت کی مولیاں گرادیتے تھے غیر فصیح جملہ
ہے۔ نیم کے درخت کی نبکولیاں گرادیتے تھے۔ آخر میں سند کے لیئے لکھنؤ جاکر تقی میر
کو اپنا کلام دکھایا۔ مشرقی ہند کا یہ خاصہ ہے کہ وہ ناموں کو تعقید سے استعمال
کرتا ہے۔ یہ میر تقی کی خرابی ہے۔ تقی میر لکھا گیا۔ امتداد زمانہ نے انکے سوانحات
عمری کا آئینہ بنا کر۔ سوانحات جمع الجمع ہے ایسے الفاظ اردو میں اب متروک
ہو گئے ہیں۔ سوانحمری بولنا چاہیئے۔ اُن کے کمال میں ہرج ڈالنے کا قصد کیا
ہرج ڈالنا محاورہ نہیں ہے۔ ایسے موقع پر خلل ڈالنا بولنا چاہیئے۔ ہرج ہمیشہ
کرنا کے ساتھ بولا جاتا ہے۔ اور قیاس بھی اسی کو مقتضی ہے کو علامت مفعول ہے
علامت مضاف نہیں ہے اور جملہ مضاف الیہ ومضاف واقع ہوا ہے۔ اس لیئے

بسم الرحمن الرحیم

اُردو ہندی

اردو ہندی دو الگ الگ زبانیں نہیں ہیں حقیقت میں ایک زبان کے دو نام رکھ لیے ہیں۔ سنسکرت زبان تعلیل اور تحریف کے بعد بھاکا بنی۔ بھاکا ترمیم تنسیخ تعلیل کے بعد ایک دوسری زبان بنی جسکو اردو کہو یا ہندی اردو کا نام ہماری زبان پر ابھی چند برسوں سے آگیا ورنہ ہندو تو ہندو مسلمان بھی اس زبان کو ہندی کہتے تھے چند عبارتیں ہمارے دعوے کی گواہ ہین۔ قیامت نامہ کا مولف کہتا ہے: بموجب فرمانے ان کے اِس حقیر نے ۱۲۵۶ھ میں زبان ہندی میں ترجمہ کیا۔ نور نامے کا مصنف کہتا ہے:—

اگرچہ تھی افصح وہ عربی زباں سمجھ اُسکی ہر اک کو تھی بس گراں
سمجھ اسکی ہر اک کو دشوار تھی کہ ہندی زباں یاں تو درکار تھی
اسی کے سبب میں نے کر فکر و غور لکھا نور نامے کو ہندی کے طور

اِس سے معلوم ہوا کہ آج سے چھہتر برس پیشتر اسی زبان کو جسے ہم اُردو کہتے ہیں سارے مسلمان ہندی کہتے تھے۔ رفتہ رفتہ کچھ لوگوں نے اسے اُردو کہنا شروع کیا۔ سبب یہ ہوا کہ بعض لوگوں نے اسی زبان کو ہندی خط میں لکھنا شروع کیا۔ ناگری کی ناقص تحریر کا نام ہندی ہی تھا۔ پھر ناگری میں بھی

اسی کا مقتضی بولنا چاہیئے۔ جب تک عام خلقت کو اسطرف خیال نہ ہو یہ بھی غلط ہی۔ جب تک عام خلقت کا اسطرف خیال نہ ہو۔ یا عام خلقت کو اسطرف رغبت نہ ہو بولنا چاہیئے۔ ذرہ بھر کمی بیشی کو اسمیں دخل پیدا کرنا ممکن ہی نہ تھا۔ اسطرح بولنا چاہیئے۔ ذرہ بھر کمی بیشی کا اس میں دخل ممکن نہ تھا۔ یا ذرہ بھر کمی بیشی کو اسمین دخل ممکن نہ تھا۔ نوکروں کو بھی یونہین بتا بتا کر عادت دو۔ عادت دینا خلاف محاورہ ہی۔ عادت ڈالو بولنا چاہیئے۔ کچھ دنون تقلید سے کام لو اور اسی قدم چلو جس قدم فصیح لوگ چلتے بالکل غیر فصیح ہی۔ وہی قدم چلو جو قدم فصیح لوگ چلتے ہیں بولنا چاہیئے۔ جنکو پوری توجہ فوائد عام کی طرف معلوم ہوتی ہو۔ توجہ معلوم ہونا خلاف محاورہ ہی۔ جن کی پوری توجہ فائدہ عام کی طرف ہو۔ سے طرز یاران طریقت نہ فراموش رہا۔

اسمیں رہا غیر فصیح ہی۔ ہوا لکھنا چاہیئے۔ جب قریش باخودہا ہیں ملاقات کرتے ہیں تو خوش اور مسرور ہوتے ہیں۔ باخودہا مین غلط ہی۔ صرف باخودہا چاہیئے۔

تم کب آئے۔ رات آئے۔ ایسے جملے کا استعمال بہت ہے خصوصاً مشرق ہند میں عموماً ہند میں۔ مگر فصحائے حال اس سے احتیاط کرتے ہیں۔ سبب یہ ہے کہ رات ظرف مکان ہی اور مفعول فیہ ہی اُسکی علامت (کو) حذف کردی جاتی ہی۔ لیکن اس مین نقص یہ واقع ہوتا ہی کہ یہ جملہ ایک فعل مضارع کا شبہ پیدا کرتا ہی

جیسے رات آئے تو ہم سفر کریں۔ رات آئے تو داستان

شروع ہو۔

اور حقیقت میں متکلم کی غرض فعل ماضی ہو اس لیئے رات آئے' بولنا
اور اُس سے فعل ماضی مراد لینا خلاف قاعدہ ہو۔
بہتر یہ ہے کہ ایسے موقع پر علامت بولیں تا کہ سامع کو سمجھنے میں
دقت نہو۔ یعنے رات کو آئے' کہیں اور مضارع کے محل پر رات آئے'
بولیں جسمیں دونوں کا فرق قائم رہے۔

اسی طرح دن آئے'۔ شام آئے' ماضی کے معنی پر بغیر کو کے فصحا
نہیں بولتے۔ دیر آئے' بھی نہیں بولتے۔ دیر میں آئے' یا دیر کو آئے'
بولتے ہیں۔ شہر آئے' بھی نہیں بولتے۔ شہر میں آئے' بولتے ہیں۔ سرا
آئے' بھی نہیں۔ دو پہر آئے' بھی نہیں بولتے۔ دو پہر کو آئے'۔ اسم عدد
کے ساتھ بھی بعض جگہ بغیر علامت بولنا ناجائز ہو۔ جیسے دو گھنٹے آئے'
چار گھنٹے آئے'۔ اِسے بھی دو گھنٹے میں۔ چار گھنٹے میں آئے۔ اور سحر
آئے'۔ صبح آئے' بھی ناجائز ہو۔

لیکن بعض مفعول فیہ میں کو اور میں لانا غیر فصیح ہے جیسے آج
آئے'۔ کل آئے'۔ پرسوں آئے'۔ دو بجے آئے'۔ چار بجے آئے'۔
اِس وقت آئے'۔ اُس وقت آئے'۔

اِسی طرح عرصے میں آئے'۔ مدت میں آئے'۔ دنیا میں آئے' ان میں
میں لانا فصیح ہو۔

بعض ایسے ہیں جن کو دونوں طرح بولتے ہیں۔ جیسے گھر آئے'۔ اور

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

گھر میں آئے‘، مکان آئے‘، اور مکان میں آئے‘،

فصحا جس جس مقام پر علامت کو حذف کر دیتے ہیں وہی صحیح ہے اگرچہ قاعدے کے خلاف ہے۔ کیونکہ محاورے میں قاعدے کی پابندی لازم نہیں ہے۔ اس میں اطاعت جمہور کرنا پڑتی ہے۔

تمام شد

لغاتِ اُردو
[illegible]

افادہ تاریخ۔ قواعد تاریخ گوئی مصنفہ حکیم سید ضامن علی جلال ۴ر

منتخب القواعد۔ صرفی قاعدے، مصنفہ جلال لکھنوی ۴ہ

دستور الشعراء۔ تذکیر و تانیث کا بیان مع امثال ۸ر

سخن بے مثال۔ دیوان شیخ محمد جان شاد پیر و میر مرحوم لکھنوی ۸ر

کلیات صبا۔ میر وزیر علی صبا کا کلام ۶ر

کلیات میر۔ استاد مسلم الثبوت ملک الشعراء میر محمد تقی میر مرحوم دہلی کا تمام کلام ۱۲عہ

کلیات سودا۔ ملک الشعراء جہان استاد مرزا رفیع السودا مرحوم دہلوی کا کلام ۱۲عہ

کلیات انشا۔ میر انشاء اللہ خان انشا دہلوی کا تمام و کمال کلام ۸ہ

کلیات صفدر۔ نواب صفدر علی خان صفدر والی رامپور تلمیذ غالب کا کلام غالب کے رنگ میں عہ

کلیات ناسخ۔ شیخ امام بخش ناسخ مرحوم کے ہر دو دیوان عہ

کلیات مومن۔ حکیم مومن خان مومن دہلوی کا کلام ۱۲ر

کلیات آتش۔ خواجہ حیدر علی آتش مرحوم کے ہر دو دیوان ۱۲ر

دیوان لطافت۔ سید عباس حسن لطافت کا دیوان عہ۴

دیوان امیر۔ منشی امیر احمد مینائی کا پہلا دیوان عہ

دیوان وزیر۔ خواجہ وزیر علی وزیر مرحوم کا پاکیزہ دیوان ۱۲ر

خورشید محشر۔ مرزا کاظم حسین محشر لکھنوی کا دیوان ۴عہ

دیوان صفیر۔ شیخ شرف الدین صفیر کا دیوان ۴ر

دیوان معشوق۔ لکھنؤ کے خوشگو شاعر کا کلام ۶ر

دیوان غالب۔ مرزا اسد اللہ خان غالب مرحوم دہلوی کا اردو کلام ۴ر

کلام رحمت۔ حافظ حکیم رحمت اللہ بنارسی کا کلام ۴ہ

آفتاب محشر۔ مجموعہ قصائد منقبت مصنفہ مرزا کاظم حسین محشر لکھنوی ۶ر

ردِ موازنہ۔ مولانا شبلی کی علمی غلطیان ۶ر

تصانیف مولانا خواجہ محمد عبدالرؤف صاحب عشرت لکھنوی

تذکرہ آب بقا۔ مشاہیر شعرائے ماضی و حال کی دلچسپ و کارآمد سوانحعمریاں نشان مزار منتخب کلام معہ خمخانۂ عشرت۔ قیمت عمہ

قواعد میر۔ ملک الشعراء امیر لکھنؤی مرحوم کے سینہ بسینہ اردو زبان کے صرفی و نحوی قاعدے یہ وہ جواہر ہین جنکو ملک الشعرا نے اپنے فرزند میر کلو عرش کو بطور ورثہ عنایت فرمائے تھے اور انھون نے اپنے سعادتمند شاگرد کو آخروقت مین تفویض کئے۔ اسمین مصادر کی بحث بہت افصح ہے۔ اور تذکیر و تانیث کے ایسے مبسوط کلیات ہین جو آجتک زبان اردو مین نہ تھے قیمت ۶ر

اصلاح زبان اردو۔ متروک الفاظ و محاورات کی تحقیق۔ عہد ناسخ سے امیر مینائی کے زمانے تک جتنے الفاظ اور محاورات ترک ہوچکے ہین ان سب کا مفصل بیان۔ قیمت ۶ر

زباندانی۔ اردو زبان کے مبسوط و مستند قاعدے۔ فصیح و غیر فصیح الفاظ کی عالمانہ تحقیق نہایت سلیس زبان مین۔ قیمت ۶ر

شاعری کی پہلی کتاب فن عروض کی عام فہم کتاب۔ شاعری کا معلم شعرگوئی کا قانون۔ تقطیع کرنے کا آلہ۔ میزان سخن۔ اوزان کی کسوٹی۔ ہر مبتدی بغیر استاد کی مدد کے کامل شاعر بن سکتا ہے۔ قیمت ۸ر

ہمجولی۔ شریف بی بیون کی تعلیم کی ضروری کتاب خاص محاورات اردو زبان مین قدیم طرز معاشرت پر خاندانون کی غیر منتظم حالات کا نقشہ۔ خانہ داری کے اصول۔ قیمت ۷ر

جان اردو۔ اردو و ہندی کی حقیقت الفاظ کا فرق استعمال۔ محاورات کی تحقیق قیمت ۶ر

اصول اردو۔ صرف و نحو کے چھوٹے چھوٹے قاعدے جملون کی ترکیب۔ قیمت ۶ر

شاعری کی دوسری کتاب۔ عروض کی بحرون کا مفصل بیان۔ اختلافی قواعد کا قول فیصل۔ اصلاح اور وجہ اصلاح۔ قیمت ۸ر

گلدستۂ ظرافت۔ مذاق لطیف کی کنجی۔ ہنسنے ہنسانے کی کل۔ کشت زعفران۔ دل کا سیگزین۔ غم غلط کرنے کا بےمثل آلہ۔ لکھنؤ کی صاف و شیرین زبان مین۔ قیمت ۶ر

جملہ کتب خواجہ محمد عبدالرؤف عشرت احاطہ خانساماں لکھنؤ سے طلب فرمائیے

اسی زبان کو لکھنے لگے۔ ناگری کا خط وہی ہو جو بھاکا زبان کا خط ہو۔
اسمیں شک نہیں کہ ہندوستان کی زبان کے لیے بھاکا خط میں لکھا جانا مناسب اور موزوں ہو مگر مشکل یہ ہو کہ بھاکا یعنی ناگری کا خط اتنا جامع اتنا وسیع اتنا مبسوط نہیں ہو کہ زبان کی وسعت اور ترقی کو مفصل دکھا سکے اور دخیل الفاظ کے رسم الخط کو برقرار رکھے اور پانچ پانچ سات سات حرفون کو ایک میں ملا کر لکھے اور زبر زیر کی قید سے بری ہو۔ جو ایک علمی زبان کے لیئے لازمی اور ضروری ہو۔
ہندوستان کی زبان کے نیک نصیب تھے جو اسکے لیے ایسے قانون خطاطی تجویز کیے گئے۔ جو ہر طرح مکمل ہیں ناگری میں ث س ص مین کوئی فرق نہیں ہو۔ دوسری بات یہ ہو کہ اسکا ایک ایک حرف الگ الگ لکھا جاتا ہو۔ تیسرے یہ کہ ناگری میں زیر زبر کے حرف بھی لکھے جاتے ہیں اسکے لکھنے مین بہت بڑا وقت صرف ہوتا ہو۔ یہ دقتیں اردو خط میں نہیں ہیں اس لیے کہ ہر زبان کا لفظ اسمین داخل ہونے کے بعد اپنی جڑ بنیاد بے پوچھے بتا دیتا ہو۔ جیسے قرض میں قاف اور ضاد کو رہا ہو کہ میں عربی ہون حالت میں بڑی حے کہ رہی ہو کہ عربستان سے آئی ہون۔ مژدہ میں ژے کا حرف پکار رہا ہو کہ میں عجمی ہون۔ گھڑا میں گھا اور ڑے سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ سدیشی ہیں۔ چاقو میں قاف بول رہا ہو کہ میں ترکی ہون بورڈ میں دو ساکنوں کا اجتماع ڈال کے ساتھ بتا رہا ہو کہ میں انگریزی ہون
اسی طرح جتنی زبان کے الفاظ ملتے جائیں گے اپنے املا خال و خط

حرفوں کی آواز سے پہچان لیئے جائیں گے کہ یہ لفظ کہاں سے آیا ہی اس لحاظ سے ہندی زبان کا اُردو حرفون میں لکھا جانا محض مصلحت اندیشی ہی اور اسکے علمی زبان بننے کی دلیل ہی ہر ایک ہر دلعزیز زبان جو وسعت حاصل کرنا چاہے اور جو کثرت سے استعمال کی جاتی ہی اور جو دوسری زبانوں کو اپنے میں شامل کرنے کی قوت رکھتی ہی اور اسکے قواعد خطاطی املا نویسی سخت رسیوں میں جکڑے ہوے ہوتے ہیں۔ جو لوگ زبان کی اہمیت سے ناواقف ہیں وہ ہمیشہ اِس جوے کو اپنی گردن سے اُتارنا چاہتے ہین اور اسکے متعلق کمزور تاویلین پیش کرتے ہیں۔ زبان کی ترقی میں رخنہ انداز ہوتے ہیں۔ اِسی ہندوستان میں دیکھ لیجیے عوام نے اپنی غلط اور فصیح اُردو کا نام ہندی رکھ لیا ہی اور اسکو دیوناگری میں لکھتے ہین اور وہ چاہتے ہیں ہماری کچی زبان کی کوئی اصلاح نہ کرے اور کوئی ہمکو نام نہ رکھے۔ وہ شین کو سین اور خے کو کھے بولتے ہیں اور اسی کو اچھا اور فصیح بتاتے ہیں۔ بعض لوگ قاف کو کاف بولتے ہیں اور اسی کو اچھا سمجھتے ہیں۔ ایسی خودسری سے دوسری زبان کا ایمان جاتا رہتا ہی اور وہ علمی زبان نہیں بن سکتی ہم سب ہندوستانیون کو ایک زبان بولنا چاہیئے۔ کیونکہ ہندوستان کی ایک زبان ہی دو رسم الخط ایک ہندی ایک اُردو۔ اِس لیئے کہ ناگری خط ہماری زبان کی حفاظت نہیں کرسکتا تو اب بھی لازم ہی کہ ہم اپنی زبان کو اُردو خط میں لکھیں جسمیں ہم کو بیشمار الفاظ لینے کی گنجایش رہے۔

لیکن پہلے یہ سمجھنا چاہیئے کہ اُردو زبان کو مستند بنانے کے لیئے
کِس بات کی ضرورت ہی۔ بات یہ ہی کہ ہمیں اپنی زبان کو باقاعدہ اور
علمی زبان بنانے کے لیئے اِس بات کی ضرورت ہی کہ ہمارے زبان کا
کوئی خاص شہر یا کوئی جگہ مرکز قرار پائے جسکی تقلید ہر زبان دان پر
لازم ہو۔ جیسے عربی زبان کے لیئے مکہ شریف مستند جگہ ہی اور اسی زبان
کی تقلید کرنے سے کلام فصیح ہوتا ہی۔

فارسی کے لیئے شیراز۔ اصفہان، طہران مستند شہر ہین تمام عجم کو ان
شہروں کی تقلید کرنا پڑتی ہی۔ اور اِنھیں شہروں کی زبان معتبر مانی جاتی
ہی اور اُن کی مثال پیش کی جاتی ہی۔

دوسرے شہرون کی زبان کو زبان لُر کہتے ہیں ہاں جو لوگ ان
شہروں کی تقلید کو لازمی اور ضروری سمجھتے ہیں اور جو کچھ نظم و نثر بتقلید
لکھتے ہین وہ مستند مان لیئے جاتے ہیں اور ان کو زبان دان کہتے ہیں
زبان دانون کا یہ کام ہوتا ہی کہ وہ اپنے شہر کی زبان کو مرکز کے مطابق
بناتے ہیں۔ اُردو میں بھی زبان دانوں کا یہی کام ہی وہ اپنے مرکز کی تقلید
کرکے اِسی اصول پر لوگوں کو چلاتے ہیں۔ اور اگر ایسا نہو تو ہر شہر اپنے لیئے
مقامی الفاظ اور محاورات کو استعمال کرکے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ
بنائے اور ایک کو دوسرے کی زبان سمجھنا مشکل ہو جائے اور آخر کو سب
خوبالغت کے دریا میں ڈوب کے مرجائیں۔ اور اُن کی زندگی بھیڑ بکریوں
کے مثال ہو۔ بات یہ ہی کہ ہندوستان اُن اِیون کا بہت دنگ تنگ رہچکا ہی

یہاں تین سو چھتیس ۳۳۶ زبانیں تھیں اور ہر ایک اپنی زبان کو دوسرے سے بہتر سمجھتا تھا۔ سب زبانیں علم سے خالی تہیں ضرورت اس امر کی تھی کہ ایک زبان سب کی ہو مگر جاہلوں سے یہ کام نہ ہو سکتا تھا۔ اب گورنمنٹ نے اپنے مغربی علوم سے ہماری آنکھیں کھولیں اور ہم کو دکھایا کہ دیکھو خود تمہارے گھر میں ایک اردو زبان ایسی ہے جو تمام دُنیا کی زبان بننے کی قوت رکھتی ہے مگر تم اُسکے فضایل اُسکے مناقب سے بیخبر ہو۔ تم کو اُس کی پرورش کا طریقہ نہیں معلوم وہ خدا کی طرف سے پیدا ہوئی ہے اور خدا اس کا مددگار ہے باوجود سخت مزاحمتوں کے وہ ہندوستان کے ہر گوشہ میں دفعتہً پھیل گئی اور پھیلتی جاتی ہے۔

اسوقت موجودہ حالت میں زبان اُردو کے دو ٹکسال ہیں ایک دہلی اور ایک لکھنؤ۔ ان میں اولیت کا تاج دہلی کے سر ہے۔ اس لیے کہ سب سے پہلے دہلی کی زبان مستند و معتبر تھی اور لکھنؤ والے بھی دہلی کی تقلید کرتے تھے۔ اور وہی زبان بولتے تھے۔ رفتہ رفتہ دہلی مٹی اور جو فصحا جو شرفا جو والیان ملک جو شہزادے دہلی کی جان تھے اپنے وطن کو خیرباد کہ کر لکھنؤ میں آ بسے انھیں لوگوں کی زبان اردوے معلی تھی اور دہلی انھیں سے عبارت تھی۔ کچھ دنوں کے بعد لکھنؤ بھی دہلی ہو گیا اور اسکی زبان کے سکے رایج الوقت ہو گئے۔ دہلی کے سب ملک الشعرا شاعر دہلی کے سب نجیب الطرفین شہزادے دہلی کی بیگمیں دہلی کے شرفا لکھنؤ کی خاک میں آرام کر رہے ہیں۔ اب لکھنؤ کا دوسرا دور شروع ہوا اور زبان کا سکہ لکھنؤ میں ڈھلنے لگا

یہاں شاعروں میں ناسخ آتش مستند اور مشہور شاعر ہوے - اور ان
لوگوں نے زبان کے گلزار کو خار سے پاک کر کے گلشن بےخار بنا دیا جب
لکھنؤ اور دہلی مدِ مقابل ہوے تو دونوں میں رقابت پیدا ہوئی۔ دہلی کے
رہے سہے شاعر جو ہمیشہ آپسمیں لڑا کرتے تھے۔ لکھنؤ کی مخالفت پر آمادہ ہوے
اور یہ جھگڑا طول پکڑتا گیا۔ پہلے تذکیر و تانیث کا سلسلہ شروع ہوا دہلی والے
سانس کو مذکر بولتے تھے۔ یعنی سانس آیا۔ سانس نکلا۔ لکھنؤ والے
کہتے تھے اس قافیے کے جتنے الفاظ ہیں سب مونث ہیں۔ قرینہ بھی کہتا ہے
کہ ہم اسکو مونث بولیں جیسے پاس آس ناس گھانس۔ چپراس
مٹھاس۔ کھٹاس۔ اس لیے ہم۔ انس آئی۔ اور سانس نکلی بولینگے بات
یہ ہے کہ لکھنؤ میں بھی تو وہی لوگ تھے۔ جن کے بزرگ دہلی سے آئے تھے۔
اور ان کو اپنے باپ دادا استاد کی زبان پر ناز اور فخر تھا کوئی ملک الشعرا
بنا بیٹھا تھا۔ کوئی بیٹا تھا۔ کوئی شہزادہ تھا۔ ان لوگوں کو تبھی دہلی کی
تقلید میں شرم آئی اور لکھنؤ کے پردے میں خوب خوب زبان کو صاف
کیا۔ اور چھانا۔ دہلی نے کہا ہم مالا مونث بولتے ہیں۔ لکھنؤ نے کہا یہ لفظ
مذکر ہے۔ اس لیے کہ اسکے آخر میں الف ہے۔ دہلی نے کہا موتیا مونث ہے
لکھنؤ نے کہا موتیا مذکر ہے دہلی نے کہا فکر مذکر ہے لکھنؤ نے کہا نہیں یہ مونث ہے
دہلی نے کہا قلم مونث لکھنؤ نے کہا مذکر ہے۔ دہلی نے کہا املا مونث ہے لکھنؤ
نے کہا مذکر ہے۔ اسی طرح اور لفظی جھگڑے ہیں جیسے دہلی والے بولتے
ہیں مجھے روٹی کھانی تھی۔ لکھنؤ والے بولتے ہیں مجھے روٹی کھانا تھی۔